شرعی امور میں تنگی اور مشقت کے خاتمہ کے لئے نبوی اقدامات

A study of measures taken by the Holy Prophet (PBUH) to eradicate inflexibilities and regidities in religious deeds

ڈاکٹر محمد افضل: لیکچرر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر محمد خبیب: اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

Abstract:
Islam as religion is flexible and easy to follow and encourages its followers to create ease in religion. Simply Islam is the natural way of life, hence cause people to incline towards it easily, and consequently bring harmony, peace and tranquility to their lives. Prophet Muhammad (PBUH) used to avoid creating difficulties in performing religious obligations to facilitate its followers. He always liked a path of flexibility and ease while preaching the teachings of Islam. Likewise, he directed his companions to avoid difficulties and create relaxation for people. In this regard, present paper is focusing on to overcome the increasing trend of extremism in different spheres of life.
Keywords: Regidities, flexiblity, Extremism Harmony, Holy Prophet.

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ آسانی، تیسیر، سہولت اور وسعت کا ارادہ رکھتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام میں اپنے بندوں کے لیے ایسی رعائتیں اور گنجائشیں رکھی ہیں کہ اس کے بندے تنگی، تکلیف اور مشقت میں مبتلا نہ ہوں ۔ شریعت اسلامیہ کے احکام میں کئی ایک جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی دشواریوں اور مشکلات کی بنا پر اس حکم میں آسانی، تخفیف، نرمی، گنجائش اور تنسیخ فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا سب سے زیادہ عرفان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، اس لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی امت کے لئے انہیں چیزوں کا انتخاب فرمایا کرتے تھے جن میں ان کے لئے آسانی اور تخفیف ہو۔ کسی کام کو سرانجام دیتے ہوئے آپ کی انتہائی کوشش ہوا کرتی تھی کہ اس میں گنجائش اور وسعت موجود رہے۔ جس کام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ ہوتا کہ میری امت کے لئے یہ حرج، تنگی، مشقت اور مشکل کا باعث بن سکتا ہے اس سے احتراز کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنگی اور حرج پیدا کر دینے والے افعال سے نہ صرف خود پرہیز کیا کرتے تھے بلکہ آپ نے اپنے اصحاب کی تربیت بھی اسی نہج پر فرمائی تھی کہ وہ لوگوں کے لئے ایسی چیزوں

کاانتخاب نہ کریں جوان کے لئے باعث مشقت اور ناقابل تحمل ہوں۔

یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقدامات کا جائزہ لیا جاتا ہے جو آپ نے شرعی امور میں اپنی امت سے مشقت اور تنگی کے خاتمہ کے لئے اٹھائے ہیں۔

آسان امور کاانتخاب:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دوامور میں اختیار دیا جاتا توآپ ان میں سے آسان امر کا انتخاب فرمایا کرتے تھے،انتقام اور معافی میں اختیار ہوتا تو معاف کرنے کو ترجیح دیتے، کسی امور میں مشورہ طلب کرتے تو آسان مشورہ کو پسند کرتے، لڑائی اور صلح میں اختیار ہوتا تو صلح کو پسند فرماتے ، فیصلہ میں اختیار ہوتا تو آسانی والے معاملہ کو ترجیح دیتے تاکہ افرادِامت کے لئے آسانی رہے وہ مشقت اور تنگی میں مبتلانہ ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی صفت کو یوں بیان کرتی ہیں:

مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ، وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ، إِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللَّهِ، فَيَنْتَقِمَ بِهَا لِلَّهِ1

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دو امر کے درمیان جب بھی اختیار دیا گیا، تو ان میں جو آسان صورت تھی اس کو اختیار کیا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔اگر وہ گناہ ہوتا تو لوگوں میں سب سے زیادہ دور رہنے والے ہوتے (یعنی سب سے زیادہ اس سے پرہیز کرتے)اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کی خاطر کبھی انتقام نہیں لیا سوائے اس کے کہ اللہ کی کسی حرمت کو پامال کیا جاتا۔تو ایسے میں آپ اللہ کی خاطر اس کا انتقام لیتے۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر اپنی امت کے لئے نرمی اور آسانی کو پسند کرتے تھے کہ ہر اس کام کو ترک کردیتے تھے جس سے آپ کو یہ خدشہ لاحق ہوتا کہ اس کی وجہ سے میری امّت تنگی،مشقت اور حرج میں مبتلا ہوسکتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْرُكُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَفْعَلَهُ خَشْيَةَ اَنْ يُسْتَنَنَ بِهِ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ، وَكَانَ يُحِبُّ مَا خَفَّ عَلَى النَّاسِ مِنَ الْفَرَائِضِ"2

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عمل ترک کردیتے تھے حالانکہ آپ اسے کرنا پسند فرماتے تھے۔ آپ اس ڈر سے ترک کردیتے تھے کہ لوگ اس پر باقاعدگی سے عمل کرنے لگیں گے تو ان پر فرض

کر دیا جائے گا اور آپ کو لوگوں پر خفیف اور آسان فرائض پسندیدہ تھے۔"

ان احادیث میں تصریح ہے کہ اگر کسی کام میں آسانی کو اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو تو اس کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

استطاعت و قوت کا لحاظ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کئی پسندیدہ اعمال کو محض اس لیے ترک کر دیتے تھے کہ یہ اعمال امت پر فرض نہ ہو جائیں اور ان کے لیے مشقت کا باعث نہ بنیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے حق میں انتہائی شفیق اور ان کے معاملات کے بارے میں متفکر رہتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَمَرَهُمْ، اَمَرَهُمْ مِنَ الأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ، قَالُوا: إِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، فَيَغْضَبُ حَتَّى يُعْرَفَ الغَضَبُ فِي وَجْهِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللَّهِ اَنَا"3

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جب بھی حکم دیا، ایسے اعمال کا حکم دیا جن کی ان میں طاقت ہوتی۔ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے مثل نہیں ہیں، بے شک اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں، اس پر آپؐ غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ آپؐ کے چہرہ مبارک سے غصہ (کا اثر) ظاہر ہونے لگا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور اسے جاننے والا میں ہوں۔

علامہ ابن رجب فرماتے ہیں:

كان النبى يأمر اصحابه بما يطيقون من الأعمال، وكانوا لشدة حرصهم على الطاعات يريدون الاجتهاد فى العمل، فربما اعتذروا عن امر النبى صلي الله عليه وسلم بالرفق واستعماله له فى نفسه انه غير محتاج إلى العمل بضمان المغفرة له وهم غير مضمون لهم المغفرة، فهم يحتاجون إلى الاجتهاد ما لا يحتاج هو إلى ذلک، فكان صلي الله عليه وسلم يغضب من ذلک ويخبرهم انه اتقاهم واعلمهم به4

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو ان اعمال کا حکم دیتے تھے جو ان کی طاقت میں ہوتے تھے۔ چونکہ وہ نیک اعمال کرنے کے بے پناہ مشتاق تھے، اس لیے چاہتے تھے کہ اعمال کو سرانجام

دینے میں مشقت سے کام لیا جائے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی حکم میں نرمی کرتے یا کسی کام میں نرمی سے کام لیتے تو صحابہ کرام اس کی یہ تاویل کرتے کہ آپ کو مغفرت کی ضمانت حاصل ہے، لہٰذہ آپ کو ان اعمال کی ضرورت نہیں ہے جبکہ انہیں یہ ضمانت حاصل نہیں ہے۔ پس ان کو اعمال میں سختی اور مشقت کی جس طرح ضرورت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح ضرورت نہیں ہے۔ آپ اس پر سخت ناراض ہوئے اور ان کو بتایا کہ میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں۔"

علامہ بدرالدین العینی فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيل على رفق النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، بأمته، وَأَن الدّين يسر، وَأَن الشَّرِيعَة حنيفية سَمْحَة.5

"اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی امت پر نرمی کرنے ،دین کے آسان ہونے اور شریعت کے حنیف اور سہل ہونے کی دلیل ہے۔"

شیخ شمس الدین محمد بن عمر الشافعی فرماتے ہیں:

إنما كان صلى الله عليه وسلم يأمر الناس من الأعمال بما يطيقون الدوام عليه، شفقة عليهم ورفقاً بهم ورحمة لهم، لئلا يتجاوز طاقتهم فيعجزوا، وخير العمل مادام وإن قل، وإذا حملوا ما لا يطيقونه تركوه أو بعضه بعد ذلك، فصاروا في صورة ناقضي العهد والراجعين عن عادة جميلة، واللائق بطالب الآخرة الترقي وإلا فالبقاء على حاله، ولأن الإنسان إذا اعتاد من الطاعة ما يمكنه الدوام عليه دخل فيها بانشراح واستلذذ، ونشاط لا يلحق ملل، وقد ذم الله من اعتاد عبادة ثم فرط بقوله: [وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلاَّ ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ] [الحديد:٢٧] وإنما قالوا: «لسنا كهيئتك» أي: كمثلك يا رسول الله ليأذن لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم في الزيادة من الأعمال رغبة في الخير، فإنهم كانوا يشاهدونه صلى الله عليه وسلم يدأب في العبادة ويجتهد فيها مع أن الله غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر، فكأنهم يقولون: أنت مغفور لك ما تحتاج إلى عمل، ومع ذلك مواظب على الأعمال فكيف بنا وذنوبنا كثيرة، فأمرنا بالزيادة من العمل عليك يا رسول الله، فكان إذا قالوا له هذا القول يغضب من قولهم حتى يعرفوا الغضب في وجهه، ويرد عليهم ويقول لهم: أنا أولى بالعمل لأني أعلمكم وأتقاكم وأخشاكم لله. 6

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو ایسے اعمال کا حکم دیتے تھے جو ان کی طاقت میں ہوں اور ان کو ہمیشہ کر سکیں۔ یہ آپؐ کی ان پر شفقت، نرمی اور رحمت تھی کہ اگر ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا تو وہ عاجز آجائیں گے۔ بہترین عمل وہ ہے جس میں ہیشگی ہو، بھلے وہ تھوڑا ہی ہو۔ جب لوگوں کو ایسے اعمال کی طرف ابھارا جاتا ہے جو ان کی استطاعت میں نہیں ہوتے، وہ ان کو ترک کر دیتے ہیں یا ان کا بعض حصہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اس صورت میں وہ عہد توڑنے والے اور خوبصورت عادات کو چھوڑنے والے بن جاتے ہیں۔ آخرت کے طالب کو چاہئے کہ وہ ترقی کی طرف گامزن رہے اور [اگر ایسا نہ ہو سکے تو] کم از کم اپنی موجودہ حالت پر برقرار رہے اسی طرح جب انسان خود کو ایسی نیکی کا عادی بنائے جس پر وہ ہیشگی اختیار کر سکتا ہے تو ایسی نیکی کو وہ پورے انشراح، لطف اور چستی سے ادا کرے گا اور کسی اکتاہٹ کا احساس نہیں ہوگا اللہ نے بھی ایسے ادمی کی مذمت بیان کی ہے جو کسی عبادت کی عادت اپنائے اور پھر اس میں کوتاہی کرے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے: "اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کر لی، ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا، مگر اللہ کی خوشنودی کی طلب میں انہوں نے آپ ہی یہ بدعت نکالی اور پھر اس کی پابندی کرنے کا جو حق تھا اسے ادا نہ کیا۔ ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہوئے تھے ان کا اجر ہم نے ان کو عطا کیا، مگر ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں "۔ ان کے اس قول "لسنا كهيئتك" سے مراد یہ ہے کہ وہ آپ کی مثل نہیں ہیں یعنی وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں ہیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خیر کے حصول کے لیے زیادہ اعمال کرنے کی اجازت دیں۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ نے اس بات کا مشاہدہ کیا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ ان کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف ہیں، وہ عبادت کی پابندی کرتے اور اس میں سختی کرتے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ آپ تو بخشے ہوئے ہیں اور آپ کو تو اعمال کی ضرورت نہیں ہے اس کے باوجود آپ عبادات میں سختی سے پابندی کرتے ہیں۔ اس طرح تو اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گناہ بہت زیادہ ہیں، ہمیں عبادت بھی زیادہ کرنے کا حکم دیں۔ جب صحابہ کرام نے یہ بات کہی تو آپؐ نے ان کی بات پر ناراضگی کا اظہار کیا، یہاں تک کہ آپ کے چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار نمودار ہوئے۔ جو وہ کہہ رہے تھے آپ نے ان کی بات کو رد کر دیا اور ان کو فرمایا کہ میں زیادہ عبادت کرنے والا ہوں کیونکہ میں تمہاری نسبت زیادہ علم، تقویٰ اور خشیت الٰہی رکھتا ہوں۔

شیخ حمزۃ محمد قاسمؒ لکھتے ہیں:

تقول عائشة رضي الله عنها "كان رسول الله صلي الله عليه وسلم إذا أمرهم أمرهم من الأعمال بما يطيقون " أي أنه صلي الله عليه وسلم كان رؤوفاً بأمته، ميسِّرا عليها، لا يكلف المسلمين إلاّ بما يستطيعون المداومة عليه، لأنه صلي الله عليه وسلم كان حريصاً على المداومة على الأعمال لا على الإكثار منها، لما تؤدي إليه المداومة على العمل من التفاعل به نفسياً، والتأثر به أخلاقياً، وذلك مقصدٌ أسمى من مقاصد الإسلام. " قالوا: يا رسول الله، إنا لسنا كهيئتك، إنّ الله قد غفر لك " أي أنه ينبغي لنا أن نكثر من العبادات أكثر منك، لتكون سبباً لمغفرة ذنوبنا، أما أنت فقد غُفر لك " فغضب صلي الله عليه وسلم حتى يعرف الغضب في وجهه، ثم يقول: إن أتقاكم وأعلمكم بالله أنا " أي ليس الأمر كما تظنون، فلو كان في الاسراف في العبادة وتكليف النفس ما لا يطاق منها طاعة لله لسبقتكم إلى ذلك، لأنني أكثركم علماً بما يرضي الله۔7

" حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو وہ اعمال کرنے کا حکم دیتے تھے جو ان کی طاقت میں ہوتے تھے۔ یعنی آپ اپنی امت پر بڑے مہربان اور اس پر آسانی کرنے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو اسی چیز کی پابندی کرنے کا حکم دیتے تھے جس کی وہ ہمیشہ پابندی کرنے کی استطاعت رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کی کثرت کی بجائے ہیشگی کو پسند فرماتے تھے۔ کیونکہ عبادت میں دوام اختیار کرنے سے نفس اس کا عادی ہو جاتا ہے اور اس کے اثرات اخلاق پر بھی ہوتے ہیں۔ اور یہ اسلام کے مقاصد میں سے بلند ترین مقصد ہے۔ صحابہ کرامؓ کے قول "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ہم آپ کی طرح نہیں ہیں، بے شک اللہ نے آپ کو بخش دیا ہے۔" سے مراد یہ ہے کہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم آپ سے زیادہ عبادت کریں تاکہ اس سے ہمارے گناہ معاف کر دیئے جائیں آپ کا معاملہ تو یہ ہے کہ آپ کو بخش دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ناراض ہوئے، یہاں تک کہ ناراضی کے آثار آپ کے چہرہ پر نمودار ہوئے۔ پھر آپ نے فرمایا: "یعنی تم سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا اور جاننے والا میں ہوں" یعنی معاملہ ایسے نہیں جیسے تم سمجھے ہو۔ اگر عبادت میں زیادتی سے اور طاقت سے زیادہ جان کو تکلیف دینے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حصول ہوتا تو میں یہ کام تم سے زیادہ کرتا۔ میں تم سے زیادہ جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔"

تنگی کا باعث بننے والے اعمال سے پرہیز:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے تمام اعمال سے پرہیز کرتے تھے جن سے آپ کو یہ خدشہ لاحق ہوتا کہ میری امت ان کی وجہ سے تنگی اور دشواری کا سامنا کرے گی، اگرچہ وہ آپ کے پسندیدہ ہی ہوتے لیکن امت کی آسانی اور سہولت کے لئے اپنی پسند کے باوجود ایسے کاموں کا انتخاب نہ فرماتے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو بعد میں آپ کو یہ فکر لاحق ہوا کہ میرے داخل ہونے کی وجہ سے میری امت کے افراد میری اتباع اور پیروی کرتے ہوئے کعبہ میں داخل ہونے کی خواہش کریں گے۔ اگر داخل نہ ہو سکے تو وہ پریشان ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کاش میں کعبہ میں داخل نہ ہوتا اور میں اپنی امت کے لیے مشقت اور تنگی کا باعث نہ بنتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

"خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِي وَهُوَ قَرِيرُ العَيْنِ، طَيِّبُ لِلنَّفْسِ، فَرَجَعَ إِلَيَّ وَهُوَ حَزِينٌ، فَقُلْتُ لَهُ، فَقَالَ: إِنِّي دَخَلْتُ الكَعْبَةَ، وَوَدِدْتُ اَنِّي لَمْ اَكُنْ فَعَلْتُ، إِنِّي اَخَافُ اَنْ اَكُونَ اَتْعَبْتُ اُمَّتِي مِنْ بَعْدِي"8

> ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے نکلے تو آنکھیں ٹھنڈی اور مزاج خوش تھا لیکن جب واپس تشریف لائے تو غمگیں تھے۔ میرے استفسار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کعبہ میں داخل ہوا۔ کاش میں کعبہ میں داخل نہ ہوا ہوتا۔ مجھے ڈر ہے کہ میں نے اپنے بعد اپنی امت کو تکلیف میں ڈال دیا۔“

شیخ محمد بن عبدالہادی التتوی لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ: (اَتْعَبْتُ اُمَّتِي) اَيْ: فَعَلَ مَا صَارَ سَبَبًا لِوُقُوعِهِمْ فِي الْمَشَقَّةِ وَالتَّعَبِ لِقَصْدِهِمُ الِاتِّبَاعَ لِي فِي دُخُولِهِمُ الْكَعْبَةَ وَذَاكَ لَا يَتَيَسَّرُ لِغَالِبِهِمْ إِلَّا بِتَعَبٍ۔9

> ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (أَتْعَبْتُ أُمَّتِي) سے مراد یہ ہے کہ میں نے ایسا کام کیا جس کی وجہ سے وہ تنگی میں پڑ جائیں گے کیونکہ وہ میری اتباع کرتے ہوئے کعبہ میں داخل ہونے کی خواہش کریں گے مگر اکثریت کے لیے بغیر مشقت کے ایسا ممکن نہیں ہو گا۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت تیسیر کی ایک اور اہم مثال حدیث میں بیان ہوئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں تین رات قیام فرمایا اور چوتھی رات اپنے اصحابؓ کے انتظار فرمانے کے باوجود آپ قیام رمضان

کے لیے تشریف نہ لائے اور فرمایا کہ میں اس لئے نہیں آیا کہ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ یہ عبادت میری امت پر فرض نہ کر دی جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِى المَسْجِدِ، فَصَلَّى بِصَلاَتِهِ نَاسٌ، ثُمَّ صَلَّى مِنَ القَابِلَةِ، فَكَثُرَ النَّاسُ، ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ، فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ: قَدْ رَاَيْتُ الَّذِى صَنَعْتُمْ وَلَمْ يَمْنَعْنِى مِنَ الخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا اَنِّى خَشِيتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ وَذَلِكَ فِى رَمَضَانَ»10

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی، آپؐ کے ساتھ کچھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی۔ پھر آپ نے اگلی رات نماز پڑھی تو لوگ زیادہ ہو گئے۔ پھر لوگ تیسری یا چوتھی رات بھی مسجد میں جمع ہو گئے تو رسول اللہؐ باہر تشریف نہ لائے۔ صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں دیکھا تھا۔ مجھے تمہاری طرف نکلنے کے لئے کسی نے نہیں روکا، سوائے اس کے کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ رمضان المبارک میں پیش آیا۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اوقات میں مسواک کو بھی اسی لئے لازم نہیں ٹھہرایا کہ اس پر عمل کرنا میری امت کے لیے آسان نہ ہو گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْلاَ اَنْ اَشُقَّ عَلَى اُمَّتِى اَوْ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلاَةٍ"11

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت کیلئے شاق نہ جانتا، تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔"

شیخ ابن بطال نے اس حدیث کی تشریح میں یہ قول نقل کیا ہے:

وقال المهلب: قوله: (لَوْلاَ اَنْ اَشُقَّ عَلَى اُمَّتِى)، يدل ان السنن والفضائل ترتفع عن الناس إذا خشى منها الحرج عليهم، وإنما اكد فى السواك لمناجاة الله ولتلقى الملائكة لتلك المناجاة فلزم تطهير النكهة، وتطييب الفم۔12

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "لَوْلاَ اَنْ اَشُقَّ عَلَى اُمَّتِى" دلالت کرتا ہے کہ سنن اور نوافل کی تاکید اس وقت لوگوں سے اٹھ جاتی ہے جب یہ خوف ہو کہ اس کی وجہ سے لوگ مشقت میں پڑ جائیں گے۔ آپ نے مسواک کی تاکید اس لئے فرمائی کہ [نماز] اللہ کے ساتھ مناجات کا درجہ رکھتی ہے اور فرشتے اس مناجات کو وصول کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ مسوڑھوں اور منہ کی صفائی ہو۔''

شاہ ولی اللہ دہلوی اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ لَوْلَا خوف الْحَرج لجعلت السِّوَاك شرطاللصَّلَاة كَالْوضُوءِ، وَقد ورد بِهَذَا الأسلوب أَحَادِيث كَثِيرَة جدا وَهِي دَلَائِل وَاضِحَة على أَن لاجتهاد النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مدخلًا فِي الْحُدُود الشَّرْعِيَّة، وَلَنَّهَا منوطة بالمقاصد، وَأَن رفع الْحَرج من الْأُصُول الَّتِي بنى عَلَيْهَا الشَّرَائِع۔13

''اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اگر تنگی کا خطرہ نہ ہوتا تو میں مسواک کو وضو کی طرح شرط ٹھہرا دیتا۔ اس اسلوب کی بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حدود شرعیہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کو بھی دخل تھا اور یہ کہ یہ احکام مقاصد سے مربوط ہیں۔ مزید برآں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رفع حرج ان اصولوں میں سے ہے جن پر قوانین کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے یہ بات بھی ملتی ہے کہ امام نماز پڑھاتے ہوئے لوگوں کی ضروریات اور ان کے مسائل کا خیال رکھے۔ مقتدیوں کی مشکلات کو دیکھ کر نماز میں اختصار کر دیتے تھے تاکہ وہ نماز کی طوالت کی وجہ سے تنگی محسوس نہ کریں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنِّى لَأَدْخُلُ الصَّلَاةَ أُرِيدُ إِطَالَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأُخَفِّفُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ بِهِ"14

'' میں نماز شروع کرتا ہوں اور میرا ارادہ اس کی طوالت کا ہوتا ہے، لیکن میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں اس کی والدہ کی شدت تکلیف کی وجہ سے۔''

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام نوویؒ لکھتے ہیں:

الْوَجْدُ يُطْلَقُ عَلَى الْحُزْنِ وَعَلَى الْحُبِّ أَيْضًا وَكِلَاهُمَا سَائِغٌ هُنَا وَالْحُزْنُ أَظْهَرُ أَيْ مِنْ حُزْنِهَا وَاشْتِغَالِ قَلْبِهَا بِهِ وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى الرفق بالمأمومين وسائر الاتباع ومراعاة مصلحتهم وأن لا يَدْخُلَ عَلَيْهِمْ مَا

يَشُقُّ عَلَيْهِمْ وَإِنْ كَانَ يَسِيرًا مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ۔15

''وجد کا اطلاق غم اور محبت دونوں پر ہوتا ہے اور دونوں ہی معنی یہاں پائے جاتے ہیں۔البتہ غم کا معنی یہاں غالب ہے یعنی [ماں کے] قرب اور بچے کی طرف اس کے دل مشغول ہونے کی بناپر { میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں] اور اس حدیث میں تمام مقتدیوں کے لیے آسانی کرنے کی دلیل ہے۔اور یہ کہ ان کی مصلحت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور یہ کہ بغیر ضرورت کے کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو ان پر گراں گزرے بھلے ہی وہ تھوڑا سا ہو۔اگرچہ وہ بغیر کسی ضرورت کے آسان ہوں۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امور جہاد میں بھی بہت ساری آسانیاں اور سہولتیں پیدا فرمائی ہیں۔ جہاں آپؐ نے قتال اور لڑائیوں کے اصول و ضوابط میں تیسیر کے پہلو کو مد نظر رکھا۔ وہاں آپؐ نے مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی احوال کا بھی لحاظ فرمایا۔ مسلمانوں کی ضروریات زندگی اور میدان جہاد میں جانے کی مشکلات اور مجبوریوں کو مد نظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میری امت کے لیے میدان جہاد میں جانے میں انفرادی اور اجتماعی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں تو میں ہر سریہ (جس لشکر کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود روانہ کیا ہو لیکن آپؐ نے اس میں شرکت نہ کی ہو)میں خود حصہ لیتا اور دشمن کا مقابلہ کرتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

"وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، مَا مِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِ اللهِ، إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهِ حِينَ كُلِمَ، لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ، وَرِيحُهُ مِسْكٌ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْلَا أَنْ يَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللهِ أَبَدًا، وَلَكِنْ لَا أَجِدُ سَعَةً فَأَحْمِلَهُمْ، وَلَا يَجِدُونَ سَعَةً، وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوَدِدْتُ أَنِّي أَغْزُو فِي سَبِيلِ اللهِ فَأُقْتَلُ، ثُمَّ أَغْزُو فَأُقْتَلُ، ثُمَّ أَغْزُو فَأُقْتَلُ"16

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں مجھ محمد کی جان ہے، اللہ کے راستہ میں کسی کو جو بھی زخم لگتا ہے، قیامت کے دن جب آئے گا تو اسی زخمی حالت میں آئے گا کہ اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی ہوگی۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اگر مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں اللہ کے راستہ میں جنگ کرنے والے لشکر سے کبھی پیچھے نہ رہتا لیکن میں اتنی وسعت نہیں پاتا کہ ان سب لشکر والوں کو سواریاں دوں اور نہ وہ اتنی وسعت پاتے ہیں اور ان پر مشکل ہوتا

ہے کہ وہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں اللہ کے راستہ میں جہاد کروں تو مجھے قتل کیا جائے پھر جہاد کروں تو مجھے قتل کیا جائے پھر جہاد کروں تو مجھے قتل کیا جائے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سریہ میں شرکت نہ کرنا بھی اس لیے تھا کہ میری امت کے لیے آسانی اور سہولت رہے کہ اگر وہ کسی جنگ میں شرکت نہ کر سکیں تو ان کے لیے گنجائش موجود رہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دین میں سختی کرنے کی ممانعت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو دین میں سختی کرنے اور مشکلات پیدا کرنے سے منع کیا کرتے تھے اور انہیں احکام میں لوگوں کے لئے آسانی، سہولت، نرمی، گنجائش اور تخفیف اختیار کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت مبارکہ تھیں کہ آپ لوگوں کی مشکلات کو برداشت نہیں کر سکتے تھے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی یہی تربیت فرمائی تھی کہ وہ لوگوں کے لیے آسانی اور نرمی سے کام لیں اور ان تمام اقوال وافعال سے اجتناب کریں، جن سے لوگوں کے درمیان نفرت اور تعصب کو فروغ ملے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، وَسَكِّنُوا وَلاَ تُنَفِّرُوا"17

" آسانی کرو سختی نہ کرو اور لوگوں کو آرام دو اور نفرت نہ دلاؤ۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبلؓ کو یمن حکم بنا کر روانہ فرمایا تو انہیں حکم دیا کہ لوگوں کے لیے تنگی اور دشواری نہ پیدا کرنا، ان کے لیے آسانی اور سہولت سے کام لینا۔

حضرت ابو سعید بن ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے دادا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں:

«لَمَّا بَعَثَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، قَالَ لَهُمَا: يَسِّرَا وَلاَ تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلاَ تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا»18

"کہ جب ان کو اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمن بھیجنے لگے تو دونوں سے فرمایا کہ آسانی کرنا، سختی نہ کرنا اور خوش خبری سنانا، نفرت نہ دلانا بلکہ رغبت دلانا۔"

محی الدین یحییٰ بن شرف الدین النووی فرماتے ہیں:

حَدِيثِ اَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَسَكِّنُوا وَلَا تُنَفِّرُوا إِنَّمَا جَمَعَ فِي هَذِهِ الْأَلْفَاظِ بَيْنَ الشَّيْءِ وَضِدِّهِ لِأَنَّهُ قَدْ يَفْعَلُهُمَا فِي وَقْتَيْنِ فَلَو اقْتَصَرَ عَلَى يَسِّرُوا لَصَدَقَ ذَلِكَ على من يسر مرة

اومرات وَعَسَّرَ فِی مُعْظَمِ الْحَالَاتِ فَإِذَا قَالَ وَلَا تُعَسِّرُوا انْتَفَى التَّعْسِيرُ فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ مِنْ جَمِيعِ وُجُوهِهِ وَهَذَا هُوَ الْمَطْلُوبُ وَكَذَا يُقَالُ فِي يَسِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا لأنهما قد يتطاوعان فِي وَقْتٍ وَيَخْتَلِفَانِ فِي وَقْتٍ وَقَدْ يَتَطَاوَعَانِ فِي شَيْءٍ وَيَخْتَلِفَانِ فِي شَيْءٍ وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ الْأَمْرُ بِالتَّبْشِيرِ بِفَضْلِ اللَّهِ وَعَظِيمِ ثَوَابِهِ وَجَزِيلِ عَطَائِهِ وَسِعَةِ رَحْمَتِهِ وَالنَّهْيُ عَنِ التَّنْفِيرِ بِذِكْرِ التَّخْوِيفِ وَأَنْوَاعِ الْوَعِيدِ مَحْضَةً مِنْ غَيْرِ ضَمِّهَا إِلَى التَّبْشِيرِ وَفِيهِ تَأْلِيفُ مَنْ قَرُبَ إِسْلَامُهُ وَتَرْكُ التَّشْدِيدِ عَلَيْهِمْ وَكَذَلِكَ مَنْ قَارَبَ الْبُلُوغَ مِنَ الصِّبْيَانِ وَمَنْ بَلَغَ وَمَنْ تَابَ مِنَ الْمَعَاصِي كُلُّهُمْ يُتَلَطَّفُ بِهِمْ وَيُدَرَّجُونَ فِي أَنْوَاعِ الطَّاعَةِ قَلِيلًا قَلِيلًا وَقَدْ كَانَتْ أُمُورُ الْإِسْلَامِ فِي التَّكْلِيفِ عَلَى التَّدْرِيجِ فَمَتَى يُسِّرَ عَلَى الدَّاخِلِ فِي الطَّاعَةِ اَوِ الْمُرِيدِ لِلدُّخُولِ فِيهَا سَهُلَتْ عَلَيْهِ۔19

"حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث "يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَسَكِّنُوا وَلَا تُنَفِّرُوا" میں کئی چیزوں کو ان کی اضداد کے ساتھ بیان کیا گیا، کیونکہ بعض اوقات آدمی ان دونوں کاموں کو دو مختلف اوقات میں کر لیا کرتا ہے۔اس لئے اگر آپ صرف "یسروا" کہنے پر اکتفاء تو یہ بات اس آدمی پر صادر آتی ہے جو ایک دفعہ یا کئی دفعہ آسانی کو اختیار کرے لیکن اکثر حالات میں تنگی کو اختیار کرے چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "وَلَا تُعَسِّرُوا" فرمادیا تو تمام اعمال میں تنگی کی نفی ہو گئی اور یہی مطلوب ہے۔یہی بات "يَسِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا" میں بھی کہی جائے گی کیونکہ ممکن تھا وہ دونوں ایک وقت میں اکتفاء کرتے تو دوسرے وقت میں اختلاف یا ایک شے میں اتفاق کرتے اور دوسری میں اختلاف۔اس حدیث میں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے بے پایاں فضل، بے پناہ ثواب، عظیم عطاء اور وسیع رحمت کی خوشخبری دی جائے اور اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ بشارتوں کے بغیر محض وعیدیں اور ڈر والی باتیں بیان کر کے بیزاری پیدا کی جائے۔اس حدیث میں یہ مسئلہ بھی موجود ہے کہ نو مسلم کی تالیف قلب کی جائے اور اس پر سختی سے گریز کیا جائے۔اسی طرح وہ بچے جو بلوغت کے قریب ہوں یا بالغ ہو چکے ہوں اور وہ لوگ جو تمام گناہوں سے توبہ کر چکے ہوں، ان کے ساتھ نرم روی اپنائی جائے گی اور تدریج کے ساتھ انہیں تھوڑا تھوڑا کر کے نیکی پر گامزن کیا جائے گا۔اسلام کی تمام پابندیوں کی بنیاد تدریج ہی پر رکھی گئی ہے۔جب نیکی میں قدم رکھنے والے یا قدم رکھنے کا ارادہ کرنے والے کو آسانی دی جاتی ہے تو وہ نیکی اس کے لئے آسان ہو جاتی ہے۔"

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

ـقَوْلُهُ يَسِّرُوا هُوَ أَمْرٌ بِالتَّيْسِيرِ وَالْمُرَادُ بِهِ الْأَخْذُ بِالتَّسْكِينِ تَارَةً وَبِالتَّيْسِيرِ أُخْرَى مِنْ جِهَةِ أَنَّ التَّنْفِيرَ يُصَاحِبُ الْمَشَقَّةَ غَالِبًا وَهُوَ ضِدُّ التَّسْكِينِ وَالتَّبْشِيرَ يُصَاحِبُ التَّسْكِينَ غَالِبًا وَهُوَ ضِدُّ التَّنْفِيرِ قَالَ الطَّبَرِيُّ الْمُرَادُ بِالْأَمْرِ بِالتَّيْسِيرِ فِيمَا كَانَ مِنَ النَّوَافِلِ مِمَّا كَانَ شَاقًّا لِئَلَّا يُفْضِيَ بِصَاحِبِهِ إِلَى الْمَلَلِ فَيَتْرُكَهُ أَصْلًا أَوْ يُعْجَبُ بِعَمَلِهِ فَيُحْبَطُ فِيمَا رُخِّصَ فِيهِ مِنَ الْفَرَائِضِ كَصَلَاةِ الْفَرْضِ قَاعِدًا لِلْعَاجِزِ وَالْفِطْرِ فِي الْفَرْضِ لِمَنْ سَافَرَ فَيَشُقُّ عَلَيْهِ وَزَادَ غَيْرُهُ فِي ارْتِكَابِ أَخَفِّ الضَّرَرَيْنِ إِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ أَحَدِهِمَا بُدٌّ كَمَا فِي قِصَّةِ الْأَعْرَابِيِّ حَيْثُ بَالَ فِي الْمَسْجِدِ۔20

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان(یسروا) یہ امر بالتیسیر ہے کبھی اس سے مراد تسکین لینا ہوتا ہے اور کبھی تیسیر۔ کیونکہ تنفیر[نفرت انگیزی] اکثر مشقت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور یہی تسکین کی ضد ہے جبکہ تبشیر بالعموم تسکینسے پیدا ہوتی ہے اور یہی تبشیر، تنفیر کی ضد ہے۔ امام طبری لکھتے ہیں کہ حکم تیسیر کا تعلق ان نفلی اعمال کے ساتھ ہے کہ جن میں اتنی مشقت ہو کہ ان کا عامل اکتاہٹ کا شکار ہو کر ان کو کلیۃً ترک کر دے یا اپنے اس عمل کے متعلق عجب کا شکار ہو کر فرائض میں دی رخصتوں کو لینے سے انکار کر دے جیسے عاجز کے لیے بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی ترخیص اور مسافر کے لیے فرضی روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے اور دیگر نے ارتکاب اخف الضررین کا اضافہ کیا ہے کہ جب دونوں میں سے ایک ضروری ہو جیسے اعرابی کے قصے میں ہے جس نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا۔''

محمد عبد العزیز بن علی الشاذلی الخَولی لکھتے ہیں :

كان من عادة الرسول صلي الله عليه وسلم إذا بعث ولاته وعماله إلى الأقطار المختلفة ان يزودهم بالنصائح، حتى يكونوا للناس قدوة حسنة، ويجمعوا قلوبهم على الإسلام، فلما بعث ابا موسى الأشعرى ومعاذ بن جبل إلى اليمن كلا منهما على مخلاف فيها۔ إقليم۔زودهما بهذه النصيحة فأمرهما بثلاثة، ونهاهما عن ثلاثة1۔امرهما بالتيسير، ونهاهما عن التعسير2۔ وامرهما بالتبشير؛ ونهاهما عن التنفير3۔وامرهما بالتطاوع، ونهاهما عن التخالف۔21

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جب مختلف علاقوں کی طرف والیوں اور گورنروں کو روانہ فرماتے تھے تو ان کو نصیحت فرماتے تھے کہ وہ لوگوں کے لیے بہترین خیر خواہ ثابت ہوں اور ان کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈال دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یمن کے لیے روانہ فرمایا تو ان کو نصیحتیں

فرمائیں۔ تین باتوں کا حکم دیا اور تین باتوں سے منع کیا تھا۔ 1۔ان کو تیسیر کا حکم دیا اور تعسیر سے منع کیا
۔2۔ان کو تبشیر کا حکم دیا اور تنفیر سے منع کیا۔ 3۔ان کو اتفاق کا حکم دیا اور اختلاف سے منع کیا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے اصحابؓ کی تربیت فرمائی تھی اس کی ایک مثال امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں نقل فرمائی ہے جس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آسانی اور سہولت کو کس قدر پسند فرماتے تھے۔

ازرق بن قیسؒ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عَلَى شَاطِئِ نَهَرٍ بِالأَهْوَازِ، قَدْ نَضَبَ عَنْهُ المَاءُ، فَجَاءَ أَبُو بَرْزَةَ الأَسْلَمِيُّ عَلَى فَرَسٍ، فَصَلَّى وَخَلَّى فَرَسَهُ، فَانْطَلَقَتِ الفَرَسُ، فَتَرَكَ صَلاَتَهُ وَتَبِعَهَا حَتَّى أَدْرَكَهَا، فَأَخَذَهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَضَى صَلاَتَهُ، وَفِينَا رَجُلٌ لَهُ رَأْيٌ، فَأَقْبَلَ يَقُولُ: انْظُرُوا إِلَى هَذَا الشَّيْخِ، تَرَكَ صَلاَتَهُ مِنْ أَجْلِ فَرَسٍ، فَأَقْبَلَ فَقَالَ: مَا عَنَّفَنِي أَحَدٌ مُنْذُ فَارَقْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: إِنَّ مَنْزِلِي مُتَرَاخٍ، فَلَوْ صَلَّيْتُ وَتَرَكْتُهُ، لَمْ آتِ أَهْلِي إِلَى اللَّيْلِ، وَذَكَرَ أَنَّهُ «قَدْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى مِنْ تَيْسِيرِهِ۔22

" ہم اہواز میں نہر کے کنارے ٹھہرے ہوئے تھے، جس کا پانی خشک ہو گیا تھا۔ ابو برزہ ایک گھوڑے پر سوار آئے۔ آپ نماز پڑھنے لگے اور گھوڑے کو کھلا چھوڑ دیا۔ وہ گھوڑا چلنے لگا تو نماز چھوڑ کر اس کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ اس گھوڑے تک پہنچ کر اس کو پکڑ لیا۔ پھر واپس آئے اور باقی نماز پوری کی اور ہم میں سے ایک عقل مند آدمی کہنے لگا کہ اس بڈھے کو دیکھو کہ گھوڑے کے لئے نماز چھوڑ دی تو ابو برزہ کہنے لگے کہ جب سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوا ہوں، کسی نے مجھ کو ایسی سخت بات نہیں کہی اور بیان کیا کہ میرا گھر بہت دور ہے اگر میں نماز پڑھتا اور اس گھوڑے کو چھوڑ دیتا تو میں رات تک بھی اپنے گھر والوں میں نہ پہنچ سکتا اور بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسانی اختیار کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

شیخ ابن بطالؒ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

وأنه رأى من تيسير النبى ماحمله على ذلك، وجماعة الفقهاء يرون أن من كان فى صلاة فانلتت دابته أنه يقطع صلاته ويتبعها؛ لأن الصلاة تدرك إعادتها وميسر دابته قاطع له.قال الطبرى: وفى أمره عليه السلام بالتيسير فى ذلك معان أحدهما: الأمان من الملال. والثانية: الأمان من مخالصة العجب قلب صاحبه حتى يرى كأن له فضلاً على من قصر عن مثل فعله فيهلك، ولهذا قال عليه السلام: (هلك المتنطعون) وبلغ النبى أن قومًا أرادوا أن يختصوا وحرموا الطيبات واللحم على أنفسهم فقام النبى عليه السلام وأوعد في ذلك أشد الوعيد، وقال: (لم أبعث بالرهبانية وإن خير الدين عند الله الحنفية

السمحة، وإن أهل الكتاب هلكوا بالتشديد شدوا فشدد عليهم) وفى هذا من الفقه أن أمور الدنيا نظير ذلك فى أن الغلو وتجاوز القصد فيها مذموم۔23

"یعنی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس تیسیر پر عمل پیرا دیکھا ہے، اسی نے انہیں اس بات پر ابھارا اور فقہاء کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ بے شک وہ شخص جو نماز میں ہو اور اس کی سواری جانے لگے تو وہ اپنی نماز کو چھوڑ دے گا اور سواری کا پیچھا کرے گا، کیونکہ نماز کا اعادہ ممکن ہے اور سواری کی سہولت اس سے ختم ہو جانے والی ہے۔ امام طبری نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسیر کے حکم دینے میں دو مقاصد پنہاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آدمی اکتاہٹ سے محفوظ ہو جائے اور دوسرے یہ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ [مشقت] والے عمل کو اختیار کرنے سے آدمی کے دل میں خود پسندی بیٹھ جائے اور وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ میں اس شخص سے افضل ہوں جو یہ کام نہیں کر سکا اور یوں وہ تباہ ہو جائے اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "هلك المتنطعون" (تکلف میں پڑنے والے ہلاک ہو گئے) اور جب یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی کہ کچھ لوگوں نے خصّی ہونے کا ارادہ کیا ہے اور انہوں نے پاکیزہ چیزوں کو حرام کر لیا ہے اور گوشت کو بھی اپنے نفسوں پر حرام کر لیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سخت وعید سنائی اور کہا کہ مجھے رہبانیت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا گیا۔ بہترین دین اللہ کے ہاں یکسوئی اور کشادہ روی ہے۔ بے شک اہل کتاب نے سختی کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی اور اسی سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ دنیوی امور کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے اور ان میں بھی غلو کرنا اور میانہ روی کے راستے سے تجاوز کرنا مذموم ہے۔"

سختی اور حرج کی ممانعت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ناپسند تھا کہ لوگ نفلی عبادات میں خود کو اس قدر تنگی اور دشواری میں مبتلا کر لیں کہ اس کام کو کرنے کی ہمت، طاقت اور استطاعت نہ رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کا تذکرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تو آپ کو خیال ہوا کہ سیدہ عائشہ اپنے اعمال اور عبادات کو نسبتاً اُس عورت کے کم خیال کر رہی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! دیکھو تم اتنے ہی اعمال کی ذمہ داری اپنے اوپر لو جتنے تم کر سکتی ہو۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

"اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَاَةٌ، قَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ قَالَتْ:

فُلاَنَةُ، تَذْكُرُ مِنْ صَلاَتِهَا، قَالَ: مَهْ، عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُونَ،۔فَوَاللَّهِ لاَ يَمَلُّ اللَّهُ حَتَّى تَمَلُّوا وَكَانَ اَحَبَّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَادَامَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ"24

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے۔ اس وقت ان کے پاس کوئی عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے پوچھا کہ کون ہے؟ وہ بولیں کہ یہ فلاں عورت ہے (اور) اس کی نماز (کی کثرت) کا حال بیان کرنے لگیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ٹھہرو (دیکھو) تم اتنے اعمال کی ذمہ داری اپنے اوپر لو جن کی (ہمیشہ کرنے کی) تم کو طاقت ہو اس لئے کہ (اللہ ثواب دینے سے) نہیں تھکتا تاوقتیکہ تم عبادت کرنے سے تھک جاؤ اور اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب بندگی وہ ہے جس کو کرنے والا ہمیشہ کر سکے۔"

حافظ ابن رجبؒ لکھتے ہیں:

وقد ورد في رواية أخرى مخرجة في غير هذا الموضع أن هذه المرأة اسمها: الحولاء بنت تويت وأن عائشة قالت عنها: زعموا أنها لا تنام الليل وقول النبي صلي الله عليه وسلم "مه" زجر لعائشة عن قولها عن هذه المرأة في كثرة صلاتها وأنها لا تنام الليل وأمر لها بالكف عما قالته في حقها؛ فيحتمل أن ذلك كراهية للمدح في وجهها؛ حيث كانت المرأة حاضرة، ويحتمل–وهو الأظهر وعليه يدل سياق الحديث–أن النهي إنما هو لمدحها بعمل ليس بممدوح في الشرع وعلى هذا فكثيرا ما يذكر في مناقب العباد من الاجتهاد المخالفللشرع ينهى عن ذكره على وجه التمدح به والثناء به على فاعله، وقد سبق شرح هذا المعنى في قوله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"الدين يسر"۔25

"کسی دوسری جگہ پر ایک روایت میں اس عورت کا نام الحولاء بنت تویت ذکر کیا گیا ہے اور حضرت عائشہ نے اس عورت کے متعلق کہا تھا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ رات کو سوتی نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "مه" یہ حضرت عائشہ کی اس بات پر زجر و توبیخ ہے جو انہوں نے اس عورت کی کثرت نماز اور رات کو نہ سونے کے متعلق کہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو اس عورت کے بارے میں بات کرنے سے منع کر دیا۔ جس میں ایک احتمال تو یہ ہو سکتا ہے کہ اپ نے اس کے منہ پر تعریف کو ناپسند جانتے ہوئے ایسا کیا کیونکہ وہ عورت وہاں پر موجود تھی جبکہ دوسرا احتمال جو زیادہ ظاہر ہے اور جس پر حدیث کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ اپ کی یہ ناپسندیدگی اس بات پر تھی کہ اس کی تعریف ایسے عمل پر کی جارہی ہے جو شریعت میں قابل تعریف نہیں ہے۔اس بنیاد پر یہ بات بھی کہی جائے گی کہ عبادت گزاروں کے مناقب میں شریعت کے مخالف اجتہاد والی جو عبادتیں ذکر کی جاتی ہیں، ان کے ایسے تذکرے سے منع کیا جائے گا، جس سے ایسے

اعمال کرنے والوں کی مدح و توصیف ہوتی ہو۔ ور اس معنی و مفہوم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پہلے ذکر کیا گیا "الدین یسر" کہ دین آسان ہے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو مشکلات اور سختیوں میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"لَا تُشَدِّدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدَّدَ عَلَيْكُمْ، فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ"26

"اپنے اوپر سختی نہ کرو ورنہ تمہارے اوپر (اللہ کی طرف سے) سختی کی جائے گی، اس لئے کہ ایک قوم نے اپنے نفوس پر سختی کی تو ان پر سختی کی گئی۔"

اس حدیث کی وضاحت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے عمل سے ہوتی ہے جس کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔

أَنَّ سَهْلَ بْنَ أَبِي أُمَامَةَ، حَدَّثَهُ، أَنَّهُ دَخَلَ هُوَ وَأَبُوهُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِالْمَدِينَةِ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ، فَإِذَا هُوَ يُصَلِّي صَلَاةً خَفِيفَةً دَقِيقَةً كَأَنَّهَا صَلَاةُ مُسَافِرٍ أَوْ قَرِيبًا مِنْهَا، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ أَبِي: يَرْحَمُكَ اللَّهُ، أَرَأَيْتَ هَذِهِ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ أَوْ شَيْءٌ تَنَفَّلْتَهُ، قَالَ: إِنَّهَا الْمَكْتُوبَةُ، وَإِنَّهَا لَصَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْطَأْتُ إِلَّا شَيْئًا سَهَوْتُ عَنْهُ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: "لَا تُشَدِّدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدَّدَ عَلَيْكُمْ، فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ، فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ {وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ} [الحديد: ٢٧] 27

"سہل بن ابوامامہ نے بیان کیا کہ وہ اور ان کا والد مدینہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے۔ یہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے دور کی بات ہے، جبکہ وہ مدینہ کے گورنر تھے۔ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچے تو وہ بڑی ہلکی پھلکی نماز پڑھ رہے تھے، گویا کہ مسافر کی نماز ہو یا ایسی ہی کوئی نماز۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو میرے والد نے پوچھا: اللہ آپ پر رحم فرمائے! یہ بتائیں کہ یہ فرض نماز تھی یا آپ نے کوئی نفل پڑھے ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ فرض نماز تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ایسے ہی ہوتی تھی۔ میں نے اس میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی سوائے اس کے جو کوئی میں بھول گیا ہوں (تو وہ الگ بات ہے)۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے" اپنی جانوں پر سختی مت کرو ورنہ تم پر سختی کی جائے گی۔ بلاشبہ کئی قوموں نے اپنی جانوں

پر سختیاں کیں تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی۔ جنگلوں میں معبدوں کے اندر اور گرجا گھروں میں انہی لوگوں کے بقایا لوگ ہیں (جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے)۔ ان لوگوں نے رہبانیت اختیار کر لی، انہوں نے یہ بدعت نکالی، ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا۔"

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ اعمال ہیں جن پر بندہ ہیشگی اختیار کرے۔ جب بندہ روز معینہ وقت پر عبادت کرے گا تو اللہ کو اس کا انتظار رہے گا۔ اس لیے پابندی کے ساتھ عمل کرنا چاہیے خواہ تھوڑا ہو۔"28

سختی اور غلو پر اظہار ناراضگی:

دین میں سختی کرنے سے نہ صرف دین کی آسانیوں اور سہولتوں سے انسان محروم ہو جاتا ہے بلکہ وہ عزیمتوں پر عمل کرنے کی وجہ سے نقصان کی طرف چل نکلتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ قَالَهَا ثَلَاثًا »29

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ فرمایا کہ تکلف میں پڑنے والے ہلاک ہو گئے۔"

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"(هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ) أَيِ الْمُتَعَمِّقُونَ الْغَالُونَ الْمُجَاوِزُونَ الْحُدُودَ فِي أَقْوَالِهِمْ وَأَفْعَالِهِمْ"30

"اس سے مراد ہے بہت زیادہ سختی اور غلو کرنے والے اور اپنے اقوال وافعال میں حدود اللہ سے تجاوز کرنے والے۔"

اسی طرح انسان عبادات یعنی نماز یا روزے یا ان کے علاوہ امور میں جو اللہ تعالیٰ نے اس پر آسان کیے ہیں، اپنے اوپر سختی کرے تو وہ ہلاکت کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح بعض بیمار جن کے لیے رمضان کے روزے ضروری نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو چھوڑنے کی اجازت بھی دی ہے لیکن وہ اس میں سختی سے کام لیتے ہیں تو ایسے لوگوں پر اس حدیث کا انطباق ہو گا "هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ" کہ غلو اور سختی سے کام لینے والے ہلاک ہو گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے مشقت، حرج اور تنگی کا خاتمہ چاہتے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی ترتیب بھی اسی نہج پر فرمائی۔ صحابہ کرام بھی صفت تیسیر کے حامل نظر آتے، وہ بھی لوگوں کو مسائل اور امور دین کے بارے میں رہنمائی کرتے ہوئے لوگوں کی استطاعت، قدرت اور احوال و مساکن کا خیال رکھا کرتے تھے۔

عمیر بن اسحاق فرماتے ہیں:

«أَدْرَكْتُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ مِمَّنْ سَبَقَنِي مِنْهُمْ، فَمَا رَأَيْتُ قَوْمًا أَيْسَرَ سِيرَةً»31

''اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اکثر جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں۔ میں نے کسی جماعت کو ان سے زیادہ نرمی میں نرم نہیں پایا۔''

خلاصہ بحث:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادات سے لیکر معاملات تک ہر جگہ آسانی، سہولت، وسعت اور گنجائش کو برقرار رکھا۔ جہاں تنگی دیکھی وہاں توسع پیدا کر دیا اور سخت گیر انداز کو نرمی میں بدل دیا۔ آپؐ جب کسی کو دیکھتے کہ اس نے تیسیر کی بجائے مشقت کو ترجیح دی ہے اور عبادات و معاملات میں خود کو مشقت اور تکلیف میں ڈالا ہوا ہے تو آپؐ اس کی فوراً اصلاح فرما دیتے تھے کہ ان امور کے ساتھ دیگر معاملات کا بھی خیال رکھا جائے اور خود کو بے جا تنگیوں اور ناروا بندشوں میں مبتلا نہ کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کے لیے مشکلات کی بجائے آسانیوں کا انتخاب کرنا۔ ایسے فیصلے کرنا جن میں لوگوں کے لیے سہولت اور آسانی برقرار رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظریہ کی کلیتہً نفی کر دی کہ انسان جس قدر تکلیف اور دشواری میں مبتلا ہوتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بن جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین میں سختی، دشواری اور تنگی پیدا کرنا ناپسند تھا، اس لیے آپ نے ایسے تمام افراد کے لیے ہلاکت اور بربادی کی خبر دی جو دین میں خوامخواہ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے تنگی اور حرج پیدا کرتے ہیں۔

مصادر و مراجع

1. البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح،کتاب الادب،بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا،رقم الحدیث:٦١٢٦، دار السلام، الریاض،١٩٩٨ء
2. ابن خزیمه،ابوبکرمحمد بن اسحاق،صحیح ابن خزیمه،كِتَابُ الصِّيَامِ،بَابُ ذِكْرِ عِلَّةٍ قَدْ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَتْرُكُ لَهَا بَعْضَ أَعْمَالِ التَّطَوُّعِ، وَإِنْ كَانَ يَحُثُّ عَلَيْهَا، وَهِيَ خَشْيَةَ أَنْ يُفْرَضَ عَلَيْهِمْ ذَلِكَ الْفِعْلُ مَعَ اسْتِحْبَابِهِ صلى الله عليه وسلم مَا خُفِّفَ عَلَى النَّاسِ مِنَ الْفَرَائِضِ،رقم الحدیث:٢١٠٤،المکتب الإسلامی، بیروت
3. الجامع الصحیح للبخاری،کتاب الایمان،بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ. وَأَنَّ المَعْرِفَةَ فِعْلُ القَلْبِ،رقم الحدیث:٢٠
4. الحنبلی، عبد الرحمن بن احمدبن رجب،زین الدین،فتح الباری شرح صحیح البخاری،مكتبة الغرباء الاثرية، المدينة النبوية،١٩٩٦ء،٨٩/١

5. العینی، محمود بن احمد،بدرالدین، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ١٦٦/١-١٦٧
6. الشافعی،شمس الدین محمد بن عمر ،المجالس الوعظیة فی شرح أحادیث خیر البریة صلی الله علیه وسلم من صحیح الإمام البخاری،دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان،٢٠٠٤ء،٤٥١/١
7. حمزۃ محمد قاسم،منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری،مکتبة دار البیان، دمشق، الجمهوریة العربیة السوریة ـ مکتبة المؤید، الطائف، المملکة العربیة السعودیة،١٩٩٠ء ،١٠١/١
8. الترمذی، محمد بن عیسی ،أبو عیسی،سنن الترمذی،ابواب الحج،بَابُ مَا جَاءَ فِي دُخُولِ الكَعْبَةِ،رقم الحدیث:٨٧٣،شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی، مصر، ١٩٧٥ء
9. التتوی ،محمد بن عبد الهادی ،حاشیة السندی علی سنن ابن ماجه = کفایة الحاجة فی شرح سنن ابن ماجه،دار الجیل، بیروت، لبنان، ٢٥٠/٢
10. الجامع الصحیح للبخاري،کتاب التهجد،بَابُ تَحْرِيضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَلاَةِ اللَّيْلِ وَالنَّوَافِلِ مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ،رقم الحدیث:١١٢٩
11. الجامع الصحیح للبخاري، کتاب الجمعة،بَابُ السِّوَاكِ يَوْمَ الجُمُعَةِ،رقم الحدیث:٨٨٧
12. ابن بطال،علی بن خلف، ابو الحسن،شرح صحیح البخاری لابن بطال، مکتبة الرشد، الریاض، السعودیة، ١٤٢٣ھ، ٤٨٦/٢
13. دہلوی،شاہ ولی الله،حجة الله البالغه،دار الجلیل ،بیروت ،لبنان، ٢٠٠٥ء،٣١٠/١
14. القشیری،مسلم بن الحجاج، امام، الجامع الصحیح، کتاب الصلٰوۃ،بَابُ أَمْرِ الْأَئِمَّةِ بِتَخْفِيفِ الصَّلَاةِ فِي تَمَامٍ،رقم الحدیث: ٤٧٠ ،دارإحیاء التراث العربی ، بیروت
15. النووی، یحیی بن شرف، ابوزکریا، شرح النووی علی مسلم ،کتاب الصلوۃ ،باب امر الائمة بتخفیف الصلوۃ فی تمام ...من غیر ضرورۃ ،دار احیاء التراث العربی ،بیروت ، ١٣٩٢ھ،١٨٧/٤
16. الجامع الصحیح للمسلم ، کتاب الامارۃ ،باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل الله ، رقم الحدیث: ١٨٧٦
17. الجامع الصحیح للبخاري، کتاب الأدب،بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا،رقم الحدیث:٦١٢٥
18. الجامع الصحیح للبخاري، کتاب الأدب،بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا،رقم الحدیث:٦١٢٤
19. النووي، یحیی بن شرف، محیي الدین، أبو زکریا، الحوراني الشافعي، المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، الموسوعة العربیة العالمیة، ٤٢/١٢
20. عسقلانی ،احمد بن علی،ابن حجر،فتح الباری شرح صحیح البخاری،دارالمعرفه،بیروت،١٣٧٩ھ، ٥٢٥/١٠
21. الخولی ،محمد عبدالعزیزی بن علی ،الادب النبوی،دار المعرفة، بیروت،١٤٢٣ھ،١٠٥/١ـ ١٠٦
22. الجامع الصحیح،کتاب الأدب،بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا،رقم الحدیث ٦١٢٧:
23. شرح صحیح البخاری لابن بطال،٣٠٣/٩
24. الجامع الصحیح،کتاب الایمان،بَابٌ أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَدْوَمُهُ،رقم الحدیث:٤٣
25. فتح الباری لابن رجب ، ١٦٤/١ـ١٦٥

26. سليمان بن اشعث،ابوداود،سنن ابی داؤد،كتاب الأدب،باب فی الحسد،رقم الحديث: ٤٩٠٤، المكتبه العصرية صيدا، بيروت، لبنان

27. سنن ابی داؤد ،كتاب الادب ، باب فی الحسد ،رقم الحديث : ٤٩٠٤

28. پالن پوری ، حسين احمد ، مفتی ، تحفة القاری ، كتاب الايمان ، باب احب الدين الی الله عزو جل ادومة، زمزم پبليشرز ،كراچی ، ٢٠١٢ء، ٢٧٠/١

29. الجامع الصحيح للمسلم،كتاب العلم،باب ہَلَکَ الْمُتَنَطِّعُونَ،رقم الحديث:٢٦٧٠

30. شرح النووی علی مسلم ،٢٢٠/١٦

31. السمرقندی ،عبدالله بن عبدالرحمن ، سنن الدارمی ، المقدمه ،باب كراہية الفتيا ، رقم الحديث : 128، دار المغنی للنشر والتوريع ، المملكة العربيه السعوديه ، 1412ھ